مقالات:

جناب پروفیسر غلام نبی عارف
گورنمنٹ کالج باغبانپورہ لاہور

(گزشتہ سے پیوستہ)

اسلام اور عالمِ اسلام کیلئے سعودی عرب کی خدمات

عراقی جارحیت پر تبصرہ

شط العرب کی آبی گزرگاہ عراق اور ایران کے درمیان عرصۂ دراز سے وجہِ نزاع بنی ہوئی ہے۔ عراق اس آبی گزرگاہ پر مکمل حقِ ملکیت کا دعویدار ہے، جب کہ ایران اس کی تقسیم کے حق میں ہے۔ اس متنازعہ مسئلہ میں عراق کو تمام اہلِ عرب کی حمایت حاصل ہے۔ امریکہ نے ایران کو عسکری لحاظ سے بہت مضبوط کر دیا تھا اور وہ اس علاقے میں ایک بڑی قوت بن کر اُبھرا۔ اس کے مقابلہ میں عراق ایک کمزور ملک تھا۔ شاہ ایران نے قوت کے نشہ میں عراقی انتظامیہ کو مجبور کیا کہ وہ شط العرب کی آبی گزرگاہ پر ایران کے حقوق کو تسلیم کرے۔ عراقی انتظامیہ شاہِ ایران کے جارحانہ انداز سے مرعوب و خوفزدہ ہوگئی، چنانچہ ایک معاہدہ کے ذریعے اس آبی گزرگاہ کے ایک حصہ پر ایران کا حق تسلیم کر لیا گیا۔

ان دنوں امریکہ شاہِ ایران پر بہت مہربان تھا —— دوسری طرف شاہ یہودیوں کے لیے بھی اپنے دل میں نہ صرف نرم گوشہ رکھتا تھا بلکہ وہ یہودی مفادات کا محافظ تصور کیا جاتا تھا۔ اس نے ایران میں یہودیوں کو مکمل آزادی دے رکھی تھی —— شاہ نے سائرسِ اعظم کی یاد میں پچیس صد سالہ بادشاہت کا جشن بھی منایا تھا، جس پر بے پناہ دولت صرف کی گئی اور جس میں سربراہانِ حکومت اور شاہانِ عالم کو مدعو کیا گیا —— شاہِ ایران اپنے دورِ حکمرانی کے زوال پذیر ہونے کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ ایرانی عوام کو دبانا اور ان پر اپنا دبدبہ قائم رکھنا اس کا اصولِ

حکمرانی قرار پایا، چنانچہ سیاسی آزادی کے ساتھ ساتھ مذہبی آزادی بھی متاثر ہوئی۔ اس خوف و ہراس کی فضا میں کئی لوگوں نے ایران سے راہِ فرار اختیار کی اور بہت سے پسِ دیوارِ زندان چلے گئے۔ فرار ہونے والوں میں سے خمینی بھی تھا۔ اس نے عراق میں پناہ لی، جہاں اس کی خوب پذیرائی ہوئی، بعد میں وہ فرانس چلا گیا۔ اس نے ایرانی عوام کے دلوں میں آزادی کی تڑپ پیدا کی اور انھیں شاہ کے خلاف انقلاب پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہوگیا ــــ پھر وہ وقت آیا جب وہ فتح وظفر کے ترانے گاتا ہوا ارضِ ایران پر نازل ہوا۔ ایرانی عوام نے اس کا استقبال کیا اور اسے اپنا قائد تسلیم کر لیا۔ اب یہ ایرانی عوام کا نجات دھندہ ٹھہرا، لیکن قائد اور اس کے عوام شاہ دشمنی میں بہت آگے نکل گئے۔ انھوں نے ہر چیز کو تہس نہس کر دیا۔ فوج کے جرنیلوں، اسلحہ کے ڈپوؤں اور شاہ کے دور کے ترقیاتی منصوبوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ــــ ہر طرف جوشِ انتقام تھا، ہوش نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ ملک کا نظام مکمل طور پر تلپٹ ہو چکا تھا۔ ہر طرف مذہبی نعروں کی گونج تھی۔

یہ ایران کے اسلامی انقلاب کے ظہور و بروز کا وقت تھا۔ تاہم شیعی مجتہد اور ذاکر ابھی مذہب وعقیدہ کی فتح منا رہے تھے کہ تھوڑا ہی عرصہ بعد عراق کے صدر صدام حسین نے ایران پر بلا اعلانِ جنگ فوجی یلغار کر دی۔ اسے یہ یقین تھا کہ جلد ہی ارضِ ایران پر عراقی فتح کے پرچم لہرا دیئے جائیں گے، لیکن خمینی کے متوالے عراقی فوجوں کے سامنے سینہ تان کر ڈٹ گئے اور ان کی پیش قدمی کو روک دیا۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب صدام حسین، جو ہمیشہ جنگی اصطلاحات کی زبان میں بات کیا کرتا تھا، امن امن کی پکار الاپتا ہوا سلامتی کونسل کا دروازہ کھٹکھٹانے لگا۔ خمینی نے جنگ بندی کے لیے کڑی شرائط کا اعلان کر دیا کہ عراق کو جارح ملک قرار دیا جائے، نیز یہ کہ وہ تاوانِ جنگ ادا کرے، جو کھربوں ڈالر تک پہنچتا تھا۔

مصیبت کی گھڑی میں سعودی عرب اور کویت کا تعاون :

اب زمین صدام حسین پر اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگ ہو چکی تھی۔ وہ مایوسی اور نامرادی کے اندھیروں کی گرفت میں تھا۔ بعض عرب ملکوں (شام و الجزائر) نے عراق کی مدد کی بجائے اس کے خلاف محاذ بنا لیا۔ ان حالات میں صدام حسین نے سعودی عرب اور کویت کے سامنے اپنا دستِ طلب و احتیاج بڑھایا۔ ان دونوں کو اس کی بے بسی پر رحم آیا

اور انھوں نے عراق کے لیے اپنی دولت و ثروت کے محفوظ ذخائر کے دروازے کھول دیئے ۔ محاذِ جنگ پر مصروف عراقی فوجوں کے لیے اسلحہ کی وافر مقدار کا انتظام کیا ۔جو اسلحہ اپنے پاس موجود تھا، اس کی ترسیل شروع کر دی اور مزید اسلحہ عالمی منڈی سے خرید کر دیا۔ اب اسلحہ کے میدان میں عراق کو ایران پر بالادستی حاصل ہو گئی ۔ ایک طرف ایران کی عددی برتری تھی اور دوسری طرف عراق ایک بہت بڑے اسلحہ خانہ میں تبدیل ہو چکا تھا ۔ عراق براہِ راست طہران پر میزائل داغنے لگا، حتیٰ کہ پورا ایران عراقی اسلحہ کی زد میں تھا ۔ عراقی فضائیہ نے ایران کی اقتصادی تنصیبات کو تباہ و برباد کر دیا، عراقی فوجیں پورے عزم و حوصلہ کے ساتھ ایرانی علاقے میں پیش قدمی کر گئیں ۔

دوسری طرف ایرانی فوجیں اور رضا کار فتح و شکست سے بے نیاز ہو کر عراقی اسلحہ کے سامنے سینہ سپر رہے ۔ خمینی کے جنگی پیغامات ان کے لیے عراقی اسلحہ کی حقیقت کو کم کر دیتے اور وہ ولولۂ تازہ کے ساتھ عراقی فوجوں کو ہراساں کر دیتے ۔ اس کے باوجود عراق کو جنگی محاذ پر بالادستی حاصل ہوئی ۔

بالآخر سلامتی کونسل کی مصالحانہ مداخلت کی وجہ سے یہ آٹھ سالہ ہولناک جنگ ختم ہوئی اور دونوں ملکوں نے قرارداد نمبر ۵۹۸ کو تسلیم کر لیا کہ اس کی رو سے مسئلہ کا حل مذاکرات کے ذریعے نکالا جائے گا ۔ فوجوں کی واپسی اور قیدیوں کے تبادلے ایسے مسائل پر گفتگو ہونے لگی ــــ اب گولہ و بارود کی زبان کی بجائے سفارتی زبان میں باتیں ہونے لگیں ۔

شکر گزاری کی بجائے جارحیت

اب صدام حسین کا اخلاقی فرض تھا کہ وہ سعودی عرب اور کویت جا کر وہاں کے سربراہوں اور عوام کے سامنے اپنے شکریہ اور احسان مندی کا اظہار کرتا، ان کی قربانی و ایثار کو خراجِ عقیدت پیش کرتا اور ان کے خلوص و وفاداری، حسنِ سلوک اور محبت کا دلی احترام کرتا ۔

مگر اس نے وہ کچھ کیا، جس کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا تھا ۔ اس نے الٹا کویت سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی ۔ چنانچہ پہلے تو اس پر تیل کی چوری کا الزام لگایا، پھر کویت کے دو جزیروں پر اپنی ملکیت کا دعٰوی داغ دیا ــــ حتیٰ کہ بالآخر اپنی افواجِ قاہرہ کا رُخ کویت کے معصوم شہریوں کی طرف پھیر دیا اور یوں انسانی اور اخلاقی اصول و ضوابط کے تار پود بکھیر کر رکھ دیئے ۔ کویت میں اس

نے معصوم شہریوں کو جی بھر کر لوٹا، انھیں تہ تیغ کیا اور کویت کے ہمدرد و خدا ترس حکمران خاندان کے افراد کو اپنی ستم رانیوں کا نشانہ بنایا۔ اس نے کویت ایسے آباد اور پُر رونق ملک کو ویرانہ بنا کر رکھ دیا۔ اس المناک حادثہ پر عالمی ضمیر بیدار ہوا، ہر طرف سے عالمی راہنماؤں کے غم و غصہ سے پُر بیانات نشریاتی اداروں سے نشر ہونے لگے، امیر کویت بھاگ کر سعودی عرب میں پناہ گزین ہو گیا۔

سطح زمین پر کوئی بھی ایسا ملک نہیں تھا جس نے عراق کے کویت پر حملے اور قبضہ کو بہ نظرِ استحسان دیکھا ہو۔ سب نے یک زبان ہو کر عراق کے اس اقدام کی بھرپور مذمت کی اور اسے تاریخی حوادث میں سے ایک مکروہ حادثہ قرار دیا ——— یہ ناشکری، احسان فراموشی، محسن کشی، سنگدلانہ بدعہدی اور بے وفائی کی ایک بدترین مثال تھی، نیز بین الاقوامی اصولوں کی کھلی توہین و بے حرمتی! اگر اس وقت اس سے چشم پوشی کی جاتی تو ہر جارح کے ہاتھ میں جارحیت کے لیے سندِ جواز ہاتھ آ جاتی اور یوں عالمی امن کا مستقبل ہمیشہ کے لیے مخدوش اور غیر یقینی ہو کر رہ جاتا ——— تب حق و انصاف کا تصور اور خواب تو ہوتا، لیکن عالم وجود میں اس کے متحرک اور زندہ آثار کہیں ڈھونڈے سے بھی نہ مل پاتے!

پھر جس طرح عراقی صدر صدام حسین نے کویت کے خلاف جارحیت کا ارتکاب کیا، اسی طرح وہ سعودی عرب کے خلاف بھی ننگی جارحیت کا مظاہرہ کرنا چاہتا تھا، تاکہ سعودی عرب کی دولت کو لُوٹ کر عراق کے خالی خزانہ کو بھر لے۔ اس شیطانی ارادہ کے ابتدائی مرحلہ کے طور پر اس نے اپنی کئی لاکھ فوج سعودی عرب کی سرحدوں پر جمع کر دی۔ سعودی فرمانروا نے عراقی صدر کے ارادے کو اچھی طرح سے بروقت بھانپ لیا اور موقع و محل کی نزاکت اور سنگینی کے پیش نظر امریکہ سے فوجی مدد طلب کر لی۔ امریکہ نے اپنی سریع الحرکت فوجوں کو، جو جدید ترین اسلحہ جنگ سے لیس تھیں، فوراً عرب صحراؤں میں اتار دیا۔ علاوہ ازیں امریکہ اپنے بحری بیڑے کو بھی حرکت میں لے آیا، جس نے عراقی بندرگاہوں کی بحری ناکہ بندی کر دی۔ امریکی بحری بیڑے کی آمد نے عراقی صدر کے ہوش اُڑا دیئے۔ عراقی فوجوں کے قدم رک گئے، اور وہ حالتِ جمود میں آگئیں۔ امریکہ نے جنگ کا آغاز فضائی حملوں سے کیا، تاکہ اسے فضا پر مکمل کنٹرول حاصل ہو جائے اور وہ فضا سے بمباری کر کے اہم عراقی فوجی اور اقتصادی تنصیبات کو تباہ کر دے۔ اس کی منصوبہ بندی انتہائی مضبوط، مربوط اور منظم تھی۔ فضائی حملوں کے ذریعہ اتحادی افواج نے عراق کے مواصلاتی ذرائع کو تہس

نہس کر کے رکھ دیا، سڑکوں کے پشتوں اور دریاؤں اور نہروں کے پلوں کو تباہ کر دیا، پانی اور بجلی کے نظام کو بھی درہم برہم کر دیا۔ عراقی مورچوں پر بارود کی بارش اس شدت سے کی گئی کہ چھ ہفتوں کی جنگ کے دوران کوئی ۸۲ ہزار ٹن بارود پھینکا گیا، جس نے عراق کی سرزمین کی ہر چیز کو جلا کر خاکستر کر دیا۔

زمینی جنگ :

جب زمینی جنگ شروع ہوئی تو اڑتالیس گھنٹوں کی خوں ریز جنگ کے بعد عراق نے کویت سے اپنے انخلاء کو تسلیم کر لیا۔ اس دوران امریکی ٹینکوں کے ریلے اور فضائی بمباری نے عراق کے جدید ترین اسلحہ سے لیس اور انتہائی تربیت یافتہ ری پبلکن گارڈز کو نیست و نابود کر دیا تھا۔ تاہم اتحادی افواج نے اعلانِ فائر بندی کے خلاف مزید باون گھنٹوں تک زمینی جنگ کو جاری رکھا، تاکہ عراقی افواج کی قوت مزاحمت کو مکمل طور پر ختم کر دیا جائے۔

اس دفعہ امریکہ ہلکی پھلکی جنگ کے لیے نہیں آیا تھا، کیوں کہ اسے جنگی تجزیہ نگاروں اور مشیروں نے بتا دیا تھا کہ اگر اس نے معمولی سی بھی کمزوری کا مظاہرہ کیا تو وہ ویت نام کی جنگ کی طرح عراق کے صحراؤں میں بے جان ہو کر رہ جائے گا۔ اس لیے اس نے اپنے اتحادیوں سے بار بار مشورے کے بعد جنگ کا آغاز کیا اور متحدہ کمان کے زیر سایہ جنگ لڑی۔ اس نے اپنے تمام جدید ترین جنگی ہتھیار استعمال کیے، حتیٰ کہ اگر اسے اپنی شکست کا ذرہ برابر بھی شک ہوتا تو وہ عراق کے خلاف ایٹمی اسلحہ کے استعمال سے کبھی باز نہ رہتا۔ کیوں کہ اس نے اس جنگ کو جیتنے کا حتمی فیصلہ کر لیا تھا، خواہ اس کو اس جیت کے لیے کتنی ہی قیمت چکانی پڑتی۔ اسی لیے امریکی صدر جارج بُش امریکی عوام کو بار بار یقین دہانی کراتا رہا کہ فتح ہماری ہوگی۔ آخر امریکہ نے یہ جنگ جیت لی —— پونے دو لاکھ عراقی فوجی قید ہوئے، تین ہزار کے قریب ٹینک اور دو ہزار توپیں برباد ہوئیں۔ عراقی اقتصادیات مکمل طور پر فنا ہو گئیں اور بھوک، پیاس، ویرانی عراق کے حصہ میں آئی۔

اس فتح کے بعد اب امریکہ اقوام عالم سے سٹار وار کے پروگرام کو جاری رکھنے کا حق مانگتا ہے، اور شاید اس کو اس سے کوئی باز نہ رکھ سکے۔ سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد اب جو وہ نیو ورلڈ آرڈر کا اعلان کر رہا ہے، تو یہ اس کی عالمی بالا دستی کا خواب ہے، جس کی تعبیر

کے بارے فی الحال کوئی پیش گوئی نہیں کی جاسکتی۔ ظاہر ہے، امریکہ کو اس مقام تک پہنچانے کا سہرا عراقی صدر صدام حسین کے سر ہے اور اُس کے غیر دانشمندانہ اور جذباتی فیصلوں نے ہی امریکہ کے لیے سنہری موقع مہیا کیا ہے۔ اگر جارج بش دوبارہ انتخاب جیت جاتا ہے تو سیاسیاتِ عالم پر امریکی گرفت سخت ہو جائے گی اور اس کے اثر و رسوخ کو چیلنج کرنا کوئی آسان کام نہ ہوگا۔

عقل وفکر کا فیصلہ:

خلیجی جنگ کا غبار ابھی پوری طرح بیٹھا نہیں ہے۔ سیلاب گزر جائے تو اپنے پیچھے ویرانوں اور دلدلوں کو چھوڑ جاتا ہے ــــ کچھ یہی کیفیت اس جنگ کی بھی ہے ــــ اقوامِ متحدہ نے اس جنگ کو ٹالنے کی لاکھ کوشش کی، مگر نہ ٹل سکی ــــ اس نشر و اشاعت کے دور میں اس جنگ کے آغاز و انجام سے ہر کہ و مہ واقف ہو چکا ہے اور اس کے اسباب و علل بھی سب پر عیاں ہو چکے ہیں کہ جذباتی سوچ رکھنے والے اپنے انجام کو جلد پہنچ جاتے ہیں۔ نیز یہ کہ حقائق و واقعات کی دنیا میں فیصلہ نعروں اور بلند بانگ دعووں کی گونج سے نہیں ہوتا، بلکہ حقیقت کی راہ اور منزل متعین ہوتی ہے، جس کا سفر کسی خارجی عمل سے متاثر نہیں ہوتا۔ جو قوم حقیقت کے وجود اور مزاج کو سمجھ لیتی ہے، فتح و نصرت کا نقش اسی کی لوحِ تقدیر پہ کندہ کیا جاتا ہے۔
کچھ یہی حال امریکہ اور عراق کا ہے۔ صدرِ عراق اور عراقیوں کے تمام دعاوی بے وزن اور غبار ثابت ہوئے، کیوں کہ ان کے فیصلے عقل و خرد سے عاری تھے ــــ شورائیت اور اجتماعیت کی روح سے محروم ہی نہیں، بلکہ شخصی اور آمرانہ مزاج کی پیداوار تھے۔ دوسری طرف امریکہ اور اس کے اتحادی تھے۔ امریکہ نے عملی قدم اٹھانے سے پہلے اپنے اتحادیوں سے بار بار مشورہ کیا اور اپنے منصوبوں کے بارے ان کو اعتماد میں لیا۔ اپنی بھرپور سفارت کاری کے ذریعہ اس نے اقوامِ عالم کو اپنا ہم خیال بنایا اور ان کی ہمدردیاں حاصل کیں ــــ دوستوں اور دشمنوں سب کے سامنے اپنے خلیجی موقف کو پیش کیا، چنانچہ کسی نے بھی اس بارے اس سے اختلاف نہ کیا۔

ہر ملک کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ اپنی حفاظت و بقا کے لیے جس سے چاہے مدد لے۔ چنانچہ یہ اہلِ کویت کا بنیادی حق تھا، جو انھوں نے استعمال کیا ــــ لہٰذا یہ کہنا کہ انھیں صرف

مسلمانوں ہی سے مدد لینا چاہیے تھی، کیسی احمقانہ منطق ہے؟ ــــ اہلِ کویت مسلمان تھے، اور مسلمان ہی ان کے گھروں اور آبادیوں کو ویران کر رہے تھے، ان کی بہو بیٹیوں کی عصمتوں سے کھیل رہے اور ان کی سونے چاندی اور قیمتی سامان سے بھری ہوئی دوکانوں کو لوٹ رہے تھے ــــ ہاں مگر بعض پاکستانی پیشہ ور، نام نہاد اسلامی تنظیموں کا موقف یہ تھا کہ اس ظلم وستم کے باوجود اہلِ کویت کو مدد طلبی کے لیے شور تک کرنے کی اجازت نہ ہونی چاہیے تھی۔ اور چونکہ وہ خاموشی سے اپنی بربادی کا تماشا نہ دیکھ سکے، اس لیے ظالم ومکار اور جارح صدّام حسین ان کی تمام تر ہمدردیوں کا مستحق ٹھہرا، جس کے فوجی جوتوں سمیت مسجدوں میں داخل ہوکر شراب پیتے رہے، اور مسلمانوں ہی کو خاک وخون میں تڑپاتے رہے ــــ ایسے اسلام کے ٹھیکیداروں سے تو خود اسلام بھی پناہ مانگتا ہے!

ظالم ومظلوم کی اس جنگ نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ یہ تنظیمیں عقل وفکر کی دولت سے تہی دامن ہیں، اور ان کے وجود و بقا کا انحصار محض جذباتی نعروں پر ہے۔ جماعت اہل حدیث نے کویت اور سعودی عرب کا ساتھ دے کر حق وصداقت کا ساتھ دیا اور دانش وخرد کا ثبوت مہیا کیا ہے۔ اس نے ظالم کے خلاف اور مظلوم کے حق میں آواز اٹھائی، مظاہرے کیے اور یوں اپنی اسلامی اخوت، مسلمانوں سے ہمدردی اور ان کی مصیبت پر اپنی بے قراری اور اضطراب کا بھرپور اظہار کیا ــــ پھر یہ سب کچھ للہ فی اللہ تھا ــــ الحمدللہ، اس جماعت کا ماضی روشن، حال مطمئن اور مستقبل تابناک ہے!

عراق اگر کویت پر ہی اکتفا کرتا تو شاید امریکہ اس ناخوشگواری کو برداشت کر جاتا، اور اس کے لیے صرف سفارتی سطح پر اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھتا۔ مگر جب صدرِ عراق نے سعودی عرب کی سرحدوں پر کئی لاکھ فوج جمع کر دی تو اس کے حکمرانوں نے فوراً علماء، مشائخ اور دانشوروں سے مشورہ کیا۔ سب نے ان کی حمایت وتائید کی تو انہوں نے امریکہ سے مدد طلب کر لی۔ سعودی حکومت کا یہ فیصلہ یقیناً بڑا دانشمندانہ اور بروقت تھا۔ اگر اس میں ذرا سی بھی تاخیر یا مداہنت ہوتی تو عراق کی کمیونسٹ ملحد حکومت حرمین شریفین کے احترام و تقدس کا ذرہ بھر بھی پاس نہ رکھتی۔ کویت کی مساجد میں جوتوں سمیت داخل ہوکر شراب پینے والے کمیونسٹ عراقی فوجیوں سے کیا یہ بعید تھا کہ وہ حرمین شریفین کے تقدس کو بھی مجروح نہ کرتے ہوئے وہ مکہ ومدینہ کے شہروں کو ویران کر دیتے اور ان کے مکینوں کا وہی حشر ہوتا، جو

اہلِ کویت کا ہوا تھا۔ سعودی عرب کی ویرانی اور تباہی گویا پورے عالمِ اسلام کی تباہی تھی، جس کی پھر کبھی تلافی نہ ہو سکتی ـــــ الحمدللہ کہ ہمیں یہ دن نہ دیکھنا پڑا!

خلیجی جنگ کے عواقب و نتائج:

- عراق کی عسکری حیثیت ختم ہو گئی اور عراقی عوام کے معاشی حالات ابتر ہو گئے۔
- عرب عوام میں فلسطینیوں کی حمایت میں کمی آئی اور ان پر سے عرب حکومتوں کا اعتماد کمزور ہو گیا۔ اس سے فلسطینیوں کی تحریکِ آزادی کو ٹھیس پہنچی، ان کا کویت سے انخلا ہوا، اور وہ مزید کئی نفسیاتی اثرات سے دو چار ہوئے۔
- فلسطینیوں کی تحریکِ انتفاضہ کمزور ہوئی ـــــ اس تحریک کو کچلنے کے لیے اسرائیل کو سہولت میسر آئی، نیز عالمی سطح پر اسرائیل کے لیے ہمدردی میں اضافہ ہوا۔
- امریکہ نے اسرائیل کو مزید مضبوط و مستحکم کر دیا۔ اس کو ایسا اسلحہ مہیا کیا گیا، جس کا عربوں کے پاس کوئی توڑ نہیں۔
- اسرائیل کو مزید کئی ممالک نے تسلیم کر لیا، مزید یہ کہ سفارتی سطح پر اب اسرائیل کے مشرقی اور مغربی یورپ سے تعلقات میں اضافہ ہو رہا ہے۔
- امن کے موجودہ مذاکرات میں اسرائیل ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کر رہا ہے، اور امن کے بدلے مقبوضہ عرب علاقے چھوڑنے پر سخت رویہ اپنائے ہوئے ہے۔
- بھارت، جو آزادیٔ فلسطین کے رہنما یاسر عرفات کا خاص دوست تھا، اب اسرائیل کی حمایت میں کھل کر سامنے آ گیا ہے۔
- عراق پر تجارتی دنیا نے اپنی تجارت کے دروازے بند کر دیئے ہیں۔ یہی نہیں، بلکہ عراقی فضائیہ اور بحریہ کو منجمد کر دیا گیا ہے۔ فوجی لحاظ سے عراق کو مکمل طور پر بے دست و پا کرنے کے لیے مزید منصوبے بنائے جا رہے ہیں ـــــ انّ فی ذالك لعبرةً لاولی الابصار!